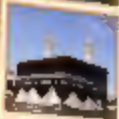


فجران الشان في بيان الصلاة قبل المخرج

الشيخ الفاضل في بيان الصلاة الفقيه الميرزا محمد باقر

كتاب الصلاة في بيان الصلاة الفقيه الميرزا محمد باقر



الشيخ الفاضل في بيان الصلاة
الشيخ الفاضل في بيان الصلاة
الشيخ الفاضل في بيان الصلاة

۱۶
بحان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج
 (تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ از ریاست رام پور بزرگ ملاطین گیلانی عبد الرحمن خان مرحوم مدرسہ عبد الرؤف خان ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
 بگرامی خدمت فیض درستی جناب مولانا بحر العلوم صاحب زادکر مر حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 بعد نبوت قبل شب معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینوا قوجہ وا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى به وسلام على عباده الذين
 انصطفى ولا سيما على صاحب المعراج
 اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہر اس کے
 منتخب بندوں پر، مصطفیٰ پر اور ان کے آل اصحاب

المصطفى وآله وصحبه المقيمين الصلاة و
العدل والوقار»
پر جنہوں نے نماز کو اور عمل و وقت کو
قائم کیا۔ (د ت)

الجواب

پیش از اسرار و وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازیں مقرب ہونے میں علماء کو خلافت ہے اور اصح
یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام میل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل مرید قائم نہیں۔

فی الدر المنثور اول کتاب الصلوة
الصلوة فرضت في الاصراء، وكانت قبيلة
صلاتين، قبل طلوع الشمس وقبل غروبها۔
شمسیتی آھ۔
در مختار کی کتاب الصلوة کے آغاز میں ہے کہ
نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی، اس سے
پہلے صرف دو نمازیں تھیں، ایک طلوع سے پہلے دوسری
غروب سے پہلے۔ شمسیتی (د ت)

وفي المواهب، من المقصد الاول،
قبيل ذكر اول من امن، قال مقاتل، كانت
الصلوة اول فرضها سر كعتين بالفداء وركعتين
بالعشى، لقوله تعالى وسبح بحمده ربك يا ايها
والد بكاس۔ قال في فتح الباري، كان صلى الله
تعالى عليه وسلم قبل الاصراء يصلي قطعاً،
وكذلك المصاحبة؛ ولكن اختلف هل افترض
قبل الخمس شئ من الصلوة ام لا؟ فقيس
ان الفرض كان صلوة قبل طلوع الشمس و
قبل غروبها۔ والمحجة فيه قوله تعالى وسبح
بحمده ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها انتهى۔
کامیہ فرمان ہے: اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔ (د ت)
وقال النووي، اول ما وجب الانذار
والدعاء الى التوحيد، ثم فرض الله تعالى
له در مختار کتاب الصلوة
معلومہ معتبار فی دہل
۵۸/۱
مکہ شرح الزرقانی علی المواهب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
معلومہ المطبوعہ العامہ مصر ۱/۲۴۳

من قیام اللیل ما ذکرہ فی اول سورۃ المومل ثم
نسخہ بمائی آخرہا ثم نسخہ بایجاب الجبایجاب
الصلوۃ والخمس لیلۃ الاسراء بعلکہ ما فی النواہب
مکر مکر میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں منسوخ کر دیں۔ اور مواہب کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

وفی شرحہا العلامة الزرقانی من
المقصد التاسع ، ذهب جماعة الى انه لم
تكن قبل الاسراء صلاة مفروضة الا ما وقع
الامر به من صلاة الليل بلا تعديد . وذهب
الجمهور الى ان الصلاة كانت مفروضة ،
مركبتين بالفداء وركعتين بالعشي . وروى
جماعة من اهل العلم . اهـ

وفيهما من المقصد الخامس في
الاسراء ، عند ذكر صلواته صلى الله تعالى
عليه وسلم بالانبياء ببیت المقدس ،
لقد اختلف في هذه الصلاة (هل هي الشرعية
المعروفة او الفوية) وصوب الاول لان
النهي يحمل على حقيقة الشرعية ، ما لم
يتعذر . وعلى هذا اختلف (هل هي
فرض) ويدل عليه كما قال النعماني
حديث النس عند ابي حاتم المتقدم قريبا
للمصنف . (او نقل) واذا قلنا انها فرض ، فما
صلاة هي ؟ قال بعضهم الا قرب انها الصبح

نہ قیام میل فرض کو دیا جس کا سورہ مزمل کی ابتداء میں ذکر
ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورہ مزمل کے
آخر میں ہے ، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے
مواہب کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں
مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ
معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی ، صرف رات کو
نماز پڑھنے کا حکم تھا جو اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔
اور عربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض
تھی۔ دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو۔ لیکن عربی
کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے (ت)

اور مواہب زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ
معراج کے بیان میں ہے۔ جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے ، وہاں
لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ
آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا الفویہ
مشروعیت مراد ہے ؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے
کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر عمل
کیا جاتا ہے مشروعیت معروف مراد لینے کے بعد اس
میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ
نعمانی نے کہا ہے۔ اس پر اس کی وہ حدیث دلالت
کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور

وَيَحْتَمِلُ انْكَوْنُ الْعِشَاءِ وَالْاِحْتِمَالَانِ، كَمَا قَالَ الشَّامِيُّ، لِيَسَابِقُنِي، سَوَاءٌ قَلَّ مِنْهُمُ قَبْلُ الْعُرُوجِ اَوْ بَعْدَهُ لِأَنَّهُ اَوَّلُ صَلَاةٍ صَلَّاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَمْسِ مُطْلَقًا، الظَّهْرِ بِمَكَّةَ بِاتِّفَاقٍ - وَمِنْ حَمْلِ الْاَوَّلِيَّةِ عَلَى مَكَّةَ فَعَلِيهِ الدَّلِيلُ - قَالَ، وَالَّذِي يَظْهَرُ أَنَّهُمَا كَانَتْ مِنَ الْفُجْلِ الْمَطْلُوقِ، اذْكَاتَتْ مِنَ الصَّلَاةِ الْمَغْرِبِ وَصَلَتْ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ لَيْلَةِ الْاَكْهَرَاءِ - وَفِي فَتَاوَى النُّوويِّ مَا يُؤَيِّدُ الشَّامِيَّ اهـ بِاِخْتِصَارٍ.

مختصر اساطیل مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نقل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے کہ چھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو اور وہ فوج احتمال — جیسا کہ شامی نے کہا ہے — کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جالے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی اور جو شخص اس روایت کو محکم کے ساتھ منقح کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج سے پہلے رخصت تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شے کی تائید ہوتی ہے۔ (د)

اقول، وفي الاستدلال بقوله عز اسمه وسبح بحمده ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها نظر، فان تحققة الآية وصحت انما الدليل فبغير دلائل منها لعلك توهم فانت حمل التبيين على الصلاة لقول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كل تبين في القرآن صلاة اخبرجه الغرياني عن

میں کہتا ہوں واللہ عز وجل کہ اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، عملِ نفل ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآنی

سے شرح الزرقانی علی المواہب المفید فی المعراج والاسرار مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۶/۶۲

سے القرآن سورۃ طہ ۲۰ آیت ۱۳۰

سے " " " "

سے

سعد بن جبیر وان کان مریعاً یفید الاستثناء
من کلیتہ علی ما **اقول** قوله جل ذکرہ،
کل قد علو صلوٰۃ و تسبیحہ، وقوله تعالیٰ
فلولا انہ کان من المسبحین ۵ لیت فی بطنہ
الیوم یبشون ۵ فان الظاہر ان المراد بہ
ما ذکر عنہ مرہ عز وجل بقوله فنادی
فی الظلمت انت لا الہ الا انت سبحنک
الی کنت من الظلمین ۵ یہ فسرہ سعید بن
جبیر، امر شد تلامذہ ابن عباس، الراوی
عنه تلك الکلیۃ۔ وقد قال الحسن البصری
کما فی المعالیم، ما کانت له صلاۃ فف
بطن الخوت، ولكنه قدم عملاً صالحاً۔ ۱۸
بیدان اجت عباس ہمنا ایضاً مشی علی
اصلہ فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، من
المسبحین، من المصلین۔ ویكون المعنی
حينئذ ما قال الضحاک، انہ شکر اللہ تعالیٰ
له طاعته القدیمۃ، کما فی المعالیم ایضاً۔
فعلى هذا الحل واخذ الامور للوجوب،
تدل الآية بأخرها علی قرظیۃ اکثر من

میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول
فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ اگرچہ
ابن عباس کے اس کلمے سے استثناء کا فائدہ دینی
میں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں، اللہ جل ذکرہ
فرماتا ہے، (ہر پند) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتے ہے۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر وہ (یوس) تسبیح کئے والوں
میں سے نہ ہوتا تو یوم بعثت تک عقل کے پیٹ میں رہتا
کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے
جو اللہ تعالیٰ نے یوس علیہ السلام سے یوں حکایت
کی ہے، پس پکار اس اندیز میں کر کہی معجز نہیں کرتے مرا
تو پاک ہے جسک میں علم کر نہ لال میں تھا سعید بن جبیر روایت اس کے
بہترین شاگردوں میں ہیں اور ان کے مندرجہ بالا کلمے راوی ہیں نہ ہونے
یہی تفسیر بیان کی ہے حسن البصری نے کہا ہے کہ انہوں نے عقل کے
پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک سال عمل تمام الہ
ابن عباس یہاں تک پٹھانوں پر راوی وہ ہیں اور تسبیح کئے
والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز
پڑھنے والوں میں سے ہونا۔ اس صورت میں —
جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے — اس آیت کا مطلب یہ
ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے یوس علیہ السلام کو اس اطاعت

لہ القرآن سورۃ النور ۲۴ آیت ۴۱

لہ القرآن سورۃ الصافات ۳۷ آیت ۱۳۳

لہ سورۃ الانبیاء ۲۱ آیت ۱۴۴

لہ معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین (تفسیر سورہ صافات) مصطفیٰ البانی ص ۹/۳۶

لہ معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۹/۳۶

صلاتین، الا ان يقال، لم يقصد المحصر،
بدلیل ان قیام اللیل کان فريضۃ من قبل
قطعا، ولكن یقی قوله تعالیٰ و اطراف النہار
و حملہ علی المذکورین ینتازم التکرار۔
دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے
کہ وہ میں حصہ تصور نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ
فرمان اوروں کے اطراف میں "بغیر کسی مفہوم کے" دیا گیا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی
و نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے۔ (د)

اما استدلال مقاتل بقوله تعالیٰ و
سبح بحمد ربك بالعشی والایثار، فاقول
اضعف، و اضعف، بل یسبشی اصلا، فان
الایة من سورة حم المؤمن، و قد تأخر
نزولها عن سورة بنی اسرائیل القائلہ بخبر
الاسراء، بزعمان طویل، فقد روى ابن الفریس
فی فضائل القرآن ان ابن جبرین رضى الله
تعالیٰ عنہما، فی حدیث ترتیب نزول السور،
قال، کان اول ما نزل من القرآن اقراء باسم
ربك، ثم ن، فذكر الحدیث ان قال،
ثم بنی اسرائیل، ثم یونس، ثم هود، ثم
یوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم المصفاة،
ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم
المؤمن۔ الحدیث - فكيف یتبدل بها علی
ايجاب صلاة قبل الاسراء لا جرم ان
من القرآن سورة مؤمن ۳۴ آیت ۵۵
سبح فضائل القرآن لابن الفریس

و مقاتل کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس
فرمان سے "اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات
کو اور صبح سویرے"۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف
ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے
کیونکہ رات کی سورہ حم مؤمن کی ہے اور اس کا نزول
سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے طویل
نظم کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن فریس نے فضائل
قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل
ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس
نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقرأ
باسم ربك نازل ہوئی پھر ق۔ ابن فریس نے یہ
روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے پھر
بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر
حجر، پھر انعام، پھر صفا، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر
پھر حم مؤمن۔ آخر تک۔ تو پھر حم مؤمن کی آیت سے

فرہا ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بالصلوات الخمس، كما في المعالم - وقد
يستدل بما روي ابن أبي حاتم في تفسيره عن
السري عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
واتيانه صلى الله تعالى عليه وسلم بيوت
المقدس ثم البث الا يسيروا حتى اجتمع الناس
كثيرين ثم اذن مؤذن واقامت الصلاة قال
فقدنا همضوفا ننظر من يؤمن فاخذ جبريل
عليه الصلاة والسلام بيدي فقد مني فصليت
بهم فلما انصرفت قال جبريل اتدري من
صلى خلفك قلت لا قال صلى خلفك
كل نبي بعث الله - وهو الحديث العاشر اليه
في كلام الزرقاني عن الامام الشافعي

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی
نماز فرض تھی جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی
نہیں ہوئی تھی اسی لیے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے
اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معلم
میں ہے اور کسی استدلال کیا جاتا ہے اسی حدیث سے
جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے
بارے میں روایت کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ
مغفایا، ابھی تھوڑی ہی چڑھری تھی کہ بہت سے لوگ
جٹ ہو گئے پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کے لیے
اقامت کی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہم سب صغیر باندہ کا اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ
ہمارا "ام کو ن بٹا ہے" تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ

اقول، ولعل مطبع نظر للسجل وقبح

الاذان والاقامة فانهما من خصائص المرافق
اولا فلان الاذان والاقامة المرفقين مشترعا
الربا المدينة والا مسرا قبل الهجرة ولذا قال
الزرقاني في تفسير الحديث اذن مؤذن اى
اعلم بطلب الصلاة فاقامت الصلاة اى تهيئ لها
وتشعروا فيها فلا يودان الاذان والاقامة انما

میں کتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا
مطبع فطریہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوتی تھی
اور یہ فرض کے ساتھ خاص ہیں لیکن اس پر اعتراض
ظاہر ہے۔ اولاً اس لیے کہ معروف اذان و اقامت
تو پندرہویں شروع ہوئی تھی جبکہ معراج ہجرت سے
پہلے ہوا تھا۔ اسی لیے زرقانی نے اس حدیث کی شرح
کرتے ہوئے "ایک مؤذن نے اذان کی" کے یہ معنی

۹۸/۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

۹۲/۶ مطبوعہ المطبعة العامرة مصر

شعربا المعديّة والاسراع كلن بركة اهما ثانياً
فلان تخصیصهما بالقرائن، اشاعرنی بعد ما شرھا
للأمة، اما قبل ذلك فای دلیل علیہ؟ واما
ثالثاً، وهو القاطع، فلان الاسراء انما كان
باللیل، وقد علمنا ان صلاة اللیل كانت
فريضة قبل فرض الخمس، فما يدريك لعلها
هي۔ وبه يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق
به متعلق، مما روي مسلو عن ابی هريرة رضي الله
تعالى عنه في حديث الاسراء: "وحانت الصلاة
فامتنعت"۔

بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے
ان کو آگاہ کیا، اور نماز کے لیے اقامت کی گئی گا یہ مضمون
بیان کیا ہے کہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور اس میں شروع
ہو گئے، اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و
اقامت تو پھر میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ
میں ہوا تھا۔ ثانیاً، اس لیے کہ اذان و اقامت کا
فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا قرأت کے لیے ان کے مشرنا
ہونے کے بعد مسلم ہوا ہے۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص
پر کون سی دلیل ہے؟ ثانیاً، اس لیے۔ اور یہ اعتراض
استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ کہ معراج رات کو

ہوئی تھی اور یہ ہم جہاں پہنچے ہیں کہ رات کی نماز، پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے ہی فرض تھی، تو کیا پتا، ہو سکتا ہے
یہ وہی رات کی نماز ہو اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی مستدل بطور دلیل پیش کرے یعنی
اسلم کی وہ روایت جو ابوبکر سے صحیح معراج میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے
انہیں نماز پڑھائی۔ (د)

تاہم اس قدر قیاساً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم نمازیں پڑھتے۔ نماز شب کی فرضیت تو خود سورہ منزل شریف سے ثابت اور اُس کے سوا اور اوقات میں بھی
نماز پڑھنا اور دعائیں کہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے،

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس
يصلون الضحی والعصر، فكان النبی صلی
الله تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا
آخر النهار، تقرقوا فی الشجایر فصلوها فرائداً۔
فرضیت نیگا نہ سے پہلے مسلمان پاشت اور عصر
پڑھا کرتے تھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام جب
آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا
پڑھتے۔

شرح الزکات فی علی الواجب المقدس الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۵۴/۶
سکھ ایچ مسلم باب الاسراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۶/۱
سکھ الامامة فی تمیز الصحابة حدیث ۷۲۲ ترجمہ زینت البیضاء مطبوعہ دار صحابہ بیروت لبنان ۳۶۲/۴

مر واد ابن سعد وغیره عن عترة بنت ابی تجرة
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکرہ فی ترجمتها ہفت
اکھابۃ ۔
اس کو ابن سعد وغیرہ نے عترة بنت ابی تجرة رضی اللہ عنہا
سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اسباب میں عترة رضی اللہ
عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلیف کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریف سے شروع شروع
ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی آئی اور نبوت کیلئے ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے
پر تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم نماز پڑھی اور اسی دن پر تعلیم احمد اس حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ مزل
نازل ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخبرہ احمد وابن ماجہ والحاثر فی
مسندہ وغیرہم عن اسامة بن زید عن ابیہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان جبریل اذی النسبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اول ما اوحی
الیہ ، فامراه الوضوء والصلاة ، فلما فرغ
من الوضوء اخذ طرفہ من ماء فمضغ بها
فرجہ۔ وفی سیرۃ ابن اسحاق ، وسیرۃ ابن ہشام
والمواہب اللدنیۃ من المقصد الاول ، وکتب
الخمیس ، وفضل القری لقراء امر القری
للادام ابن حجر المکی ، ثم حاشیۃ الکفر
للعلامة السید ابی السعود الانہری ، ثم حاشیۃ
الدرر للعلامة السید احمد الطحطاوی ،
وهذا اللفظ القسطلاقی ، مزیدا من المزیقانی
(قد روی) مترضہ لان له طریقا لا تخلو من
مقال ، لكنها متعددة یحصل باجماعها

تخریک کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور عاتر نے اپنی
مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے، وہ
اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ
جبریل علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضو سے
فارغ ہوئے تو ٹوکھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا۔
سیرت ابی اسحق میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب
لدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء
امر القری میں، سید ابی السعود انہری کے حاشیہ کنزیں،
سید احمد طحاوی کے حاشیہ در مختار میں مذکور ہے۔ اور
انفاق قسطلاقی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے
اضافہ کیا گیا ہے۔ (روایت کی گئی ہے) بصیغہ
محمل اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے
جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں،
لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت

القوة (ان جبریل علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہو باعلیٰ عکۃ، کما حدیثی اسحق، ی
 یجسّد المراء، کما فی الخمیس (فی احسن
 صورة واطیب ما نحة قتال، یا محمد! ان
 اللہ یقرئک السلام ویقول ینک، انت رسول
 الی الجن والانس فادعهم الی قول لا الہ الا
 اللہ، ثم ضرب برجلہ الآخر فندعت عین
 ماء فتوضأ جبریل، ثم اذین اسحق ورسول
 اللہ یظفر لیه، لیس یہ کیف الطهور الی الصلوة
 وثم اصوان یتوضأ، وقام جبریل یصلی،
 واصبر ان یصلی معہ، مرادی مروایۃ ابی نعیم
 عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فصلی رکعتین
 یحو رکعتہ (فعلہ الرضوء والصلوة ثم سجد
 الی السجود ورجع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم، لایسر یحجر ولا ھدر ولا
 شجر الا وهو یقول، السلام علیک یا رسول اللہ
 حق فی خدیجۃ، فانحرھا، ففتی علیہا
 من لھرج، ثم امرھا فتوضأت، وصلی
 بہا کما صلی بہ جبریل، مرادی مروایۃ،
 وكانت ول من صلی (فکان دلت اول فرجھا)
 ای تقدیرھا (مرکعتین)، وھولہ تمام سیاقہ
 واخرج الطبرانی عن ابی ساقم مرھی اللہ تعالیٰ
 عنہ، قال، صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عادل برحق ہے کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سامنے آئے، جبکہ آپؐ کے باقی حدیث میں تھے
 — جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر
 — جیسا کہ عین میں ہے (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو
 میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے
 اور فرماتا ہے کہ آپؐ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے
 رسول ہیں، اس لئے انہیں دعوت دی کہ وہ لا الہ الا اللہ
 کہیں، پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر اتارتا پانی کا چشمہ
 ابل پڑا اللہ جبریل نے اس سے وضو کیا، بن اسحق نے اضافہ
 کیا ہے کہ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ
 رسول اللہ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر
 آپؐ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے
 کے لئے اور رسول اللہؐ کو آپؐ بھی میرے ساتھ پڑھیں)
 ابوالعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کہ سنا اس
 میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبذ رخ ہو کر دو رکعتیں
 پڑھیں (پچانوچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو
 آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہؐ کی طرف واپس آئے
 تو راستے میں جس پتھر ڈھیلے یا درخت کے پاس سے
 آپؐ گزرتے وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ!
 یہاں تک کہ آپؐ فہیکہ کے پاس آئے اور ان سے سلام
 ماجرایا کیا تو انہیں حرامست سے شش انگلی پھر
 رسول اللہؐ نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہؐ
 نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے

وسعد، اول یوم الاثین، وصیلت حدیجۃ خور، وصیلت علی یوم السبت۔

فریبت تھی، یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اور اس روایت کا باقی حصہ عقرب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابو افریح رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہواً اس کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، فدیجہ رضی اللہ عنہا نے سہواً اس کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے مشکل کے دن۔ (ت)

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے۔
اقول علامۃ آیات و امامیث سے ظاہر کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اس میں طہارت ثوب بھی تھی قال تعالیٰ فی سورة الصدثر، و یثابک مطہرین (اللہ تعالیٰ نے سورۃ مدثر میں فرمایا ہے) اور اپنے پیڑوں کو پاک کر دیتا و خصوصاً تھا کما تقدم المعاد (جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ ت) استقبالی قبلہ بھی تھا۔

کما مر من حدیث امر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، و روی ابن اسحق فی سیرتہ قال، حدیثی عبد اللہ ابن نجید السکری من اصحابہ، عطاہ و مجاہد و عیسیٰ روی ذلک، قال حدیث سلام حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و جہ، لخصت امشی و روید اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قاتل یحییٰ یقرؤ القرآن، حتی یت فی قلبہ مستقبلہ، ما یبغی و بینہ الا ثیاب الکعبۃ۔ قال، فلما سمعت القرآن رف قلبی۔ الحدیث۔

جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث گزری ہے۔ اور ابی اسحق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیاض کی مجھ سے عبد اللہ بن نجید نے اپنے ساتھیوں علی، مرثد، عیسیٰ اور کچھ لوگوں سے سنوں نے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کے بعد ابن اسحق نے عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اسی میں ہے کہ (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جا رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا، میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی مائل نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل اس کے لیے نرم ہو گیا۔ الحدیث (ت)

بکبیر تحریر کی تھی قال تعالیٰ: وریک فکین (اور اپنے رب کی بکبیر کہ۔ ت) وقل عزامہ فی سورة الاعلیٰ التارلہ قدماء و ذکرہ سبہ فضلی (اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعلیٰ میں جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے) کہا ہے اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی۔ ت) قیام بھی تھا، قال تعالیٰ:

یا ایہا النازل قہ امیل الایات الی قولہ جل ذکرہ ان ربک یصلہ انک نعیم ادنی من شل الیل و نصفہ وثلثہ و طائفہ من الذین معک

اے اور نازل والے! بات کو قیام کیا کرو اور اس سے بعد کی آیتیں اس آیت تک ہے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔ (ت)

قرأت بھی تھی۔

قال تعالیٰ فی سورة العن صل فاقروا اما تفسر من القرآن وقال المزرقانی تحت ما تقدم من قول مقاتل رکعتین بالغداة و رکعتین بالعشی، یحتمل انه کان یقر ویسببہا بات ۵ من سورة اقراء، حتی نزلت الفاتحة۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ حزقیل میں فرمایا ہے: میں پڑھو جن قرآن پھر ہو سکے۔ اور تعالیٰ کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعت صبح کا اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت در تعالیٰ نے کہا ہے: ممکن ہے کہ نزل فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۃ اقرا کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔ (ت)

رکوع بھی تھا،

عی حلف فیہ، کما سیاقی، وقد تفاخرت الاحادیث الحاکیة عما قبل الاسود بصلوات

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔ اور بھی احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا

صلوات القرآن سورة عشر آیت ۳

صلوات القرآن سورة الاعلیٰ آیت ۱۵

صلوات القرآن سورة حزقیل آیت ۱

صلوات القرآن ۲۰/۴۲

صلوات ۶/۱۱

صلوات القرآن علی الرایب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ علیہ صلواتہ و سلامہ و الطمعة العارضة ص ۲۴۴

مرکبات اور رکعتیں، منها ما تقدم انفا حسن
 حدیث ابی نعیم فصولی رکعتین، و حسن
 حدیث غیرہ کما ان ذلک اولیٰ فرضہا رکعتین
 وانما سجدت رکعة للركوع۔
 صر، اور رکعتیں فرض تھیں۔ اور رکعت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں رکوع یا اجاتا ہے۔ ت۔
 سجود بھی تھا،

کما فی حدیث۔ یذا ابی جہل وغیرہ من الکفرۃ،
 لعلهم الله تعالیٰ، حین صلی رسول الله صلی
 الله تعالیٰ علیہ وسلم عند الکعبۃ، فرمقوا
 سجودہ، فالتفوا علیہ صا لفتوا بہ فی قلب بدر
 صلونی، والحمد لله رب العالمین، والحدیث
 معرووف فی الصحیحین وغیرہما عیاب مسو
 مرضی الله تعالیٰ عنہ، وفیہ من قول الکفر
 "یتجن بہ ثم یسئلہ حقاً اسجد وضم بین
 کتفیہ؛ قال، فابعدت اشتقاہم فما سجد
 صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم وضعہ بین کتفیہ،
 وثبت النسب صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم
 صاحبہ الحدیث۔ وقد قال تعالیٰ فی سورۃ
 اقرأ، واسجد واقترب ۝
 تو اس نے او جڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحمد للہ اور اللہ تعالیٰ
 نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے، اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو؟ (ت)

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر
 کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز
 پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدے پر نگاہ رکھی
 اور آپ پر مہ کچھ ڈال دیا (یعنی او جڑیاں وغیرہ) جس
 کے بدلے میں ان کے گزیر میں مانوں کر کے چھینک پڑے
 گئے۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود
 رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اسی میں ہے کہ کوئی
 جاکر او جڑیاں لے کر پھر کر کو اتنی مصلحت دے کہ وہ
 سجدے میں چلا جائے، اس وقت اس کے شانوں کے
 درمیان او جڑیاں رکھ دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں
 سے جو بہت بد بخت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہو گیا
 اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے
 تو اس نے او جڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحمد للہ اور اللہ تعالیٰ
 نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے، اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو؟ (ت)

جماعت بھی تھی۔

کہا تقدم من حديث البعث ، ولعله عن ابن
 مسعود ، ثم قام به جبریل فصلى به ، وصلى
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بصلاته ،
 (ابن ابی قحطی فی حدیثہ) ص ۱۶۵ ہمارا رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما صلی بہ جبریل ، فصلت
 بصلواتہ ۱۰۰۰ وقد قال تعالیٰ وظلنہ من الدین
 مملکتہ وخرج لشیطن عن ابی عباس وصی اللہ
 تعالیٰ عنہ فی حدیث عن الحسن علیہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم اول البعث ، انہم اتوا صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو صلی باصحابہ صلاۃ
 الفجر ، قال المزنی فی المراد بالفجر الرکعتان
 اللتان کان یصلیہ قبل طلوع الشمس ۱۰

جیسا کہ بحث والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ
 ابی قحطی کے ہاں اس طرح ہیں ”پھر جبریل آپ کے کھاتہ
 کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے
 جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ نیکو
 کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اسی کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی
 چنانچہ نیکو رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
 ”اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے
 بخاری و مسلم نے ابی عباس رضی اللہ عنہ سے اس
 حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداء وحی کے دوران
 رسول اللہ کے پاس سات سات کے آئے کا ذکر ہے۔ اس
 میں ہے کہ جب جہات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھیں کہ نماز پڑھ رہے تھے۔
 زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے (۱۰۰ دت)۔

جمہر بھی تھا ،

قال تعالیٰ قل ادعی الی انہ استمع نقر من الحجس
 فقالوا اننا سمعنا قرا یا نجیا مہدی الی الموشد
 فامتن بہ ، وقد کانوا سمعوا صلی اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”کہو وحی کی گئی ہے میری جانب
 کہ جنوں کی ایک جماعت نے کانٹا کھا کر سنا تو کہا
 ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف

سہ سیرت ابن اسحق

سہ القرآن ۴۳/۲۰

سہ صحیح البخاری زیر آیت قل ادعی الی ۱۰ مطبوعہ تہذیبی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲

سہ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول ذکر الحجس مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۱/۳۲۹

سہ القرآن ۲۱/۲۰

علیہ وسلم فی صلاة الفجر، كما تقدم، وصوت
 حديث ابن اسحق في اسلام ما بين المؤمنين
 عمر رضي الله تعالى عنه، وروى ابن منجور في
 مسنده عنه رضي الله تعالى عنه خرجت العرب
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ان
 سلم، فوجدته قد سبقني الى المسجد،
 فقلت خلفه، فاستفتح سورة الفاتحة،
 فجعلت اتعجب من تأليف القرآن، فقلت،
 هو شريك قالت قرئت، فقرا انه لقول رسول
 كريم، وما هو بقول شريك قليلا ما يؤمنون
 فقلت، كاهن، علم ما في نفسي، فقرا ولا
 بقول كاهن قليلا ما تذكرون الى آخر السورة،
 فوقم الاسلام في قلبي كل حوده اقول، لكن
 فذكر ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في
 حديثه المذكور رسول الحاقة بعد بني اسرائيل
 بسبع وعشرين سورة، وجعلها من اواخر
 ما نزل بمكة، ولا يظهر الجمع بان بعضها
 نزل قديما فسد عنه خبر قبل ان يسلم
 وتأخر نزول الباقي، واعتبر ابن عباس
 بالاكثاف فان امير المؤمنين يقول في
 هذا الحديث، ان صح، فاستفتح سورة
 الحاقة، ويذكر الايات من اواخرها،
 ثم يقول الف آخر السورة، فسا الله

دہنائی کرتا ہے اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت
 نماز فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور
 ابن اسحق کی روایت بھی گرچہ ہے جو امیر المؤمنین عمر
 رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ اور
 ابن اسحق نے اپنے سنہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
 کی کہ وہ فرماتے ہیں اسلام لانے سے پہلے ایک دن
 میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو
 آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے
 پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو
 میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے
 دل میں کہا کہ یہ شیخ شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ
 آیت پڑھی اور یہی شاعر کلام نہیں ہے تم بہت کم
 امن لے لو۔ میں نے سوچا کہ یہ کاشی ہے کاش کہ
 میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپ نے
 یہ آیت پڑھی تو یہ کسی کا ہن کا تو قلم بہت کم نصیحت
 حاصل کرتے ہو۔ سورۃ کے آخر تک۔۔۔ چنانچہ
 اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا۔ اقول (میں)
 کہتا ہوں، لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت
 میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت
 ہوا جب سورۃ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں
 نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو اسی سورتوں
 میں شمار کیا ہے جو سورۃ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں
 (پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

تعالیٰ اعلم! بل قال مجاہد فی قوله تعالیٰ
 فاصدق بما نؤمن من هذا الخبر بالقرآن - حکاہ فی
 المواہب من المقصد الاول ، قال ، قالوا
 فكان ذلك بعد ثلث سنين من النبوة ، قال
 المدر قافی ، تدل صہ لجزم الحفاظ فی سيرته
 بان نزول الآية كان فی السنة الثالثة ۛ

کو محفوظ رکھا ہو۔ غیر ظاہر ہو سکے کہ اگر (اسلام عروانی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عرضی اللہ عنہ کہتے
 ہیں پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاق ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ”سورت
 کے آخر تک“ (یعنی اس روایت کا قضا قویہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر
 مندرجہ بالا تطبیق کیجئے ظاہر ہو سکتی ہے ؟) پس اللہ ہی ستر جانتا ہے ، بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمایا
 ”(اسے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جاوے اس کا اعلان کرو۔“ اس سے (اد قرآن کو جہڑا پڑھا ہے۔ یہ بات
 مواہب کے مقدمہ اول میں مذکور ہے) مواہب نے کہا : کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے
 بعد نازل ہوئی ۛ اس کی شرح میں روایتی ہے کہ ۛ کہتے ہیں کہ ۛ مفت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر
 حافظہ اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی۔ (ت)

بالجہان تک نظر کی جاتی ہے نماز ساقی اصول و ارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے
 بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد کان ذلك اول فرضها رکعتین (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں مستقر
 ہوئی تھیں۔ ت) کے فرمایا ،

ثم ان الله تعالى اقرها في السفر كذلك و
 اقتضا في الحضرة۔

شرح رد قافی میں ہے ،
 اقرها ای شرعها علی حیاة ما کانت
 ”برقرار رکھیں“ کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو

لحہ المواہب اللدنیہ والجر بالدرۃ ، المکتب الاسلامی بیروت۔ ۱/ ۲۲۲ و ۲۲۳

تلہ شرح الرد قافی علی المواہب مراتب الوعی از مقصد اول مطبعہ العلمیہ مصر ۱/ ۲۸۷

تلہ المواہب اللدنیہ اول ، المصلوۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۱

یصلیٰ قبل

اسی طرح مشروع قرار دے واجب طرح آپ پہلے سے
پڑھتے تھے۔ (ت)

قبل اس سے ظاہر ہے کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے
رکوع اصلاً نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت مرحومہ
کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر تھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے
بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں
میراث میں علی رحمۃ اللہ تعالیٰ و ہر کی حدیث اس معنی کو مفید امام بلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں،
باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بالرکوع فی الصلاة - ذکر جماعة من المفسرین
فی قولہ تعالیٰ و اس رکعوا مع الراکعین ، انسب
مشروعیۃ الرکوع فی الصلاة خاص یہی
الصلاة ، و انہ ذکر رکوع فی صلاة حتی اسرا نزل
ولذا المرہم بالرکوع مع اصنام محمد صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، قلت ، و قد يستدل
لہ بما اخرجہ البزار والطبرانی فی ما وسط عن
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، قال ، اول صلاة
رکعتا ہما صلوة العصر و قلت یا رسول اللہ ما هذا؟
قال ، بعد الصمت . . . وجہ الاستدلال انہ
صلی قبل ذلک صلاة الظہر ، و صلی قبل
فرض الصلوات الخمس قیام اللیل و غیر
ذلک ، فکون الصلاة السابقة بلا رکوع قرینۃ
لحلول صلاة الاکرام السابقة منہ آہ
ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا (ت)

سے شرح الزرقانی علی التواہید مراتب الوہی مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۱/ ۴۳-۴۴
سے الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرکوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵-۶

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے :

الركوع من خصائص الأمانة . وما أصلا
المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم قبل
الاستسقاء كركوع فيه ؛ وكذا ظهر عقب
الاستسقاء ، وأول صلاة ركوع ، العصر
بعد ذلك .

ركوع اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم سراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے
ان میں رکوع نہ تھا ، اسی طرح سراج کے بعد جو ظہر
پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد پڑھے
جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا ۔ (۱)

اقول یہ حدیث بطرائی اگر صحیح یا حسن ہے تو اسناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صرف معارض حدیث
عیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن
خوب پڑھ لیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر وہ کعبہ کھڑے ہو گئے اور میں ایک لڑکے تشریف
لائے وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تو تھری در میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ دیکھ کر بی بی پھر جوان نے
رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اُٹھایا تو انی دونوں نے اُٹھایا جوان سجدے میں گئے تو
یہ دونوں بھی گئے انہوں نے عزت و شرف اس رضی اللہ عنہ مال پڑھا کیا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان
زمین کے مالک نے انہیں اس دن کا حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں ۔

ابن عدی نے کمال میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں
عیف کندی رضی اللہ عنہ سے تحریر کی ہے ، وہ
فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا ، میں
کعبہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس
کے پاس آیا کہ یہ نہ کہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں
ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا
اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک فوج ان کے
اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قید ہو کر کھڑے ہو گئے ،
تھری کے بعد کعبہ کے آگے دو جوان کے آگے کھڑے ہو گئے

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی
التاریخ عن عیف کندی رضی اللہ تعالیٰ
عنه ، قال ، جئت فی الجاہلیۃ الی مکة ،
وانا مرید ابن ابيہ من ثیابہا وعطرها ،
فاتیت العباس ، وكان سرجا تاجرا ، فأنف
عده جانس انظر الی الکعبۃ ، وقد کلفت
الشمس وارفعت فب السماء فذهبت
اذ قبل شای فنظر الی السماء ثم قام
مستقبلا الکعبۃ ، فلم البث الا یسوا حتی

جاء غلام فقام عن يمينه ، ثم لم يلبث
الا يسرا حتى جاءت امرأة فقامت خلفهما ،
فركب الشاب فركب الغلام ، المرأة ، فرفع
الشاب فرفع الغلام ، المرأة ، فوجد الشاب
فوجد الغلام ، المرأة ، فقلت ، يا عباس !
امر عظيم ، فقال ، امر عظيم ، تدرى من
هد الشاب ؟ هذا محمد بن عبد الله ، ابن
نخى ، تدرى من هذا الغلام ؟ هذا علي ابن
نخى ، تدرى من هذه المرأة ؟ هذه
خديجة بنت خويلد ، سواجته - ان انت
اخى هذا حدثنى ان سريه ، سرب السنوات و
الارض ، اصبح بهذا الدين - ولم
يسلم معه غير هؤلاء الثلاثة فيه سيد
بن خاتم الهذلي ، قال الانزدي منكر الحديث
عن اسد بن عبد الله القسري - قال البخاري

٩٣
تخوڑی دیر بی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں
کے پیچھے کھڑی ہو گئیں ، جو ان نے رگڑ کیا توڑ کے اور
خاتون نے بھی رگڑ کیا ، وہ جوان رگڑ سے کھڑے ہوئے
تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے ، جو ان بعد سے میں گئے
تو وہ دونوں بھی بعد سے میں چلے گئے میں نے کہا ، اسے
جیاس ایہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے ، جیاس نے کہا ،
ہاں ، بڑا معاملہ ہے ، جانتے ہو یہ جوان کون ہے ؟
یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے - جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے ؟
یہ علی ہے میرا بھتیجا - جانتے ہو یہ خاتون کون ہے ؟ یہ
خدیجہ بنت خویلد ہے ، جو ان کی بیوی - میرے اس بھتیجے
نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور
زمینوں کا رب ہے ، اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور
ابھی ابی تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق
نہ کیا ہے اس میں یہ حکم بڑا ہے - انہی نے
کہا ہے کہ سید اسد ابن عبد اللہ القسری سے منکر روایتیں
بسیار کرتا ہے ۔۔۔۔۔ بخاری نے کہا :

عنه هكذا في الاصل بخط الناسخ وكتب
عليه بعض المصححين لهذه القسري
اقول الصحيح القسري والقسري ليس
بشيء عثرنا عليه قط في الانساب وهو اسد بن
عبد الله بن يزيد بن الجبلي اخو خالد القسري
بعثر القاف وسكون المهملة في حديثه لين

اصل کتاب میں کاتب کا نسخہ اس طرح ہے ، بعض
تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید القسری ہو
اقول (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ لفظ القسری
ہے القسری کوئی لفظ نہیں - انساب میں ہم اس
پر اصلاً مطلق نہ ہو سکے ، یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن
جبلی خالد القسری کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین
(باقی اگلے صفحہ پر)

لا یتابع علی حدیثہ ۔ اس کی حدیث پر اعتقاد نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)
 اور دعویٰ اختصاص امت پر کیا کریم وطن داود انما فتنہ فاستغفر ربہ وخرس الکوا وانا نبی (اور داود
 نے کہا کہ کیا کہہ نے لے انیا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار
 کی۔ ت) کے درو میں اگر تامل بھی ہو فان کثیرا منهم فسروا ههنا الركوع بالسجود وان قال الحنین
 بن الفضل ان معناه خربعد صا کان ساکھا ای مجھد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے
 سجدہ مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ ”گر گیا“ کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے
 میں پڑ گیا۔ ت) تو آیا یسریم اقلتی لربک واجتدی وارکعی مع الراکعین (اے میرے عابد ہی
 اختیار کرو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ ت) ظاہرۃ الورد
 ہے۔ معاکم میں ہے۔

انما قدم السجود علی الركوع لانه كذلك كان
 فی شریعتہم، وقیل: بل کان الركوع قبل
 السجود فی الشرائع کلھا، ولیس الواو للترتیب

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس
 ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے
 کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے

(بقیہ ماثیہ منفرجہ شد)

من الخامسة مات سنة مائة وعشرين دوی
 عن ابیه وعن یحیی بن عقیف وروی عنه
 سعید بن عیدم وطرین قتیبة ولسیمان بن
 صالح مکیه وکان امیرا علی خراسان
 جواد امدتھا قال البخاری یتابع فی حدیثہ
 کذا فی التقریب و تہذیب التہذیب ۱۲
 فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ
 کہ حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب و التہذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

پر جزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں
 طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو میں ہجری میں
 ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور
 یحیی بن عقیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان
 سے سعید بن عقیف و سلم بن قتیبة اور سلیمان بن صالح
 سلمیہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے
 بڑے سنی اور لائق تعریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان

لہ القرآن ۲۸/۲۳

لہ القرآن سورة آل عمران آیت ۴۳

تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم ونسخت شرائعہم
عن آخرها۔ وقبر انہ بقیام وسجود ادلی
دلیل علی ان المراد الركوع الشرعی۔ و
کیف یحصل علی اللغوی وهو الخشوع، مع
انہ قسم بینہم القیام والركوع والسجود،
اقتصری قائمہم وساجدہم غیر خاشعہ
اد ما کہت علیہ۔

مراد لینا) ممکن ہے۔ اور باقی اقوال میں سے اس
امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا، اس بات کے
منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا
ہے، خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد،
خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر
ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے
کے بعد۔ اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ
مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء
کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے
وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

ثُمَّ اَقُولُ، الحديث ان دل علی
خلو صلاة بنی اسرائیل عن الركوع، کانت
ادل علی خلوص صلاة الامة الابراهيمية
عنه، فان ملنا هذه هي الامة الابراهيمية
مع ان الله تعالى يقول وعبدنا ابا ابراهيم
واسماعيل ان طهرنا بیتی للطائفین و
المکافین والركم السجود وقال تعالى
واذ بآنا لابرهم مکان البیت ان لا تشرك
بی شیئا وطهرنا بیتی للطائفین والقائمین
والركم السجود۔ وادعاء ان المراد بالركم
الامة المحمدية خاصة واضح البعد۔
صلی الله تعالیٰ علی الحبيب وآله وامتہ و

پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت علی والی الحدیث
اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع
سے خالی تھیں تو طہ ابراہیم کی نمازوں کے رکوع
سے خالی ہونے پر بھی اتنی دال ہوگی کیونکہ ہماری
ملت تو طہ ابراہیم ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے، اور محمد کیا ہم نے ابراہیم واسمعیل کی طرف
کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے، احسان
کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں
کے لیے پاک رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور
جب تمہارا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ
کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور
میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے،

بِسْمِ اللَّهِ وَتَسْمُو۔

7

قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں
کے لیے۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے
مراد صرف امت محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ
علیہ وسلم و آلہ و امتہ و باریک و علم۔ (ت)

بالحمد دار کرامت حدیث مذکور طبرانی و ہذا پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہو گا کہ معراج شریف سے
پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث میں ہے کہ نماز سابق و لاحق باہم یکساں و
متوافق ہیں۔

یہ سہمہ گم میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور حق کا علم میرے
رب کو ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ بہتر علم رکھنے والا
ہے اور اسی کا علم زیادہ تمام اور محکم ہے۔ (ت)

هَذَا أَكَلُهُ مَا ظَهَرَ لِي، وَالْعِلْمُ بِالْحَقِّ عِنْدَ سَائِرِي
وَاللَّهُ سَبِّحَنَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ، وَعَلَيْهِ جَلَّ مَجْدُهُ
أَتَمُّ وَأَحْكَمُ۔